مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں

گزشتہ مباحث کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت اور معاشرہ کی اصلاح جس طرح امت مسلمہ کے مردوں کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اس کی خواتین کی بھی ذمہ داری ہے۔ ایک مسلمان عورت معاشرہ کی صلاح و فساد سے نہ تو کنارہ کش رہ سکتی ہے اور نہ اسے فی الواقع رہنا چاہیے۔ وہ اپنی استطاعت کی حد تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کرے گی اور معاشرہ کو بنانے اور سنوارنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ البتہ مقصد میں اشتراک کے باوجود عورت اور مرد کے دائرے الگ ہوں گے اور وہ ان حدود میں کام کریں گے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کردیے ہیں۔

شوہر اور بچوں کا حق مقدم ہے

عورت، جن دائروں میں یہ فرض انجام دے گی اور جس طرح انجام دے گی، ذیل میں اسے ایک ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ عورت کا براہِ راست اور قریبی تعلق اس کے شوہر اور بچوں سے ہوتا ہے، اس لیے ان کا حق مقدم ہے۔ اسے سب سے پہلے ان ہی کے درمیان اپنے دعوتی فرائض انجام دینے چاہئیں۔

میاں بیوی کے تعلق کی نوعیت

میاں بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبت اور کشش رکھی

ہے۔ ان کا وجود ایک دوسرے کے لیے وجہ سکون ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ اس کی کم زوریوں کو برداشت بھی کرتا ہے اور خوبیوں سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ پھر یہ کہ زندگی کی تگ و دو میں وہ ایک دوسرے کے لیے اس طرح ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو الگ کر کے کسی مسئلہ پر نہیں سوچتا۔ قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلق کے اظہار کے لیے کتنی بہترین تعبیر اختیار کی ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط (البقرۃ:۱۸۷) وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

بیوی کے تعاون کی اہمیت

عورت، مرد کی معاون اور مددگار ہے۔ وہ کفر و شرک اور معصیت میں بھی اس کا تعاون کر سکتی ہے اور اس کا تعاون اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے اس تعاون کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے دور رس نتائج نکلتے ہیں۔ عورت چاہے تو ایک غلط رَو شوہر کو اس کی غلط روی میں اس حد تک پہنچا سکتی ہے کہ اس کے لیے واپسی دشوار ہو جائے۔ اسی طرح وہ چاہے تو دین کے معاملہ میں بھی مرد کی استقامت کا سبب بن سکتی ہے۔

پہلی مثال ابولہب کی بیوی کی ہے۔ ابولہب، رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا، آپ کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتا تھا۔ آپؐ کو ستانے اور پریشان کرنے میں گویا اس کو لطف آتا تھا۔ اس کی بیوی اس معاملہ میں اس کی سب سے بڑی معاون اور مددگار تھی۔ وہ آپ کے خلاف جو منصوبہ بناتا اور جو اقدام کرتا اس کی تائید اسے حاصل ہوتی۔ ابولہب کو اپنی دولت پر بھی بڑا ناز تھا۔ یہ دولت اس کے

پاس بہت ہی ناپاک ذرائع سے آتی تھی۔ اس کے اکٹھا کرنے میں بھی اس کی بیوی کا ہاتھ تھا۔ ایک دنیا دار اور حریص عورت کی طرح وہ جائز و ناجائز ہر طریقہ سے دولت سمیٹنے کی اسے ترغیب دیتی رہتی تھی، اور کسی اچھے مقصد میں صرف کرنے سے اسے روکتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دین کی مخالفت میں بڑھتا چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کی قرابت اور رشتہ داری تھی، لیکن اس رشتہ اور تعلق کی بھی اس نے کوئی رعایت نہیں کی اور اخلاق و شرافت کے سارے حدود توڑ ڈالے۔ اس کی بیوی نے نہ صرف یہ کہ اس غلط روی سے اسے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتی رہی اور ہر غلط اور غیر شریفانہ حرکت میں اس کی پشت پناہ بنی رہی۔ وہ جہنم میں جا رہا تھا تو اس کے لیے ایندھن فراہم کر رہی تھی۔ قرآن مجید نے کہا کہ آج یہ جس دولت پر نازاں ہے، کل وہ اس کے کچھ کام نہ آئے گی اور وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے شوہر کے ساتھ جہنم میں جائے گی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (اللھب ۱-۵)

ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ تباہ ہوا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کام نہ آیا۔ اب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائے گا اور (ساتھ ہی) اس کی بیوی بھی لکڑیوں کا گٹھر اٹھائے ہوئے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی پڑی ہوگی۔

دوسری مثال حضرت خدیجہؓ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سب سے پہلے اسلام لائیں، اپنا مال و دولت سب کچھ دین کے لیے وقف کر دیا۔ اس راہ میں جو مشکلات آئیں بہ خوشی انہیں برداشت کیا، نازک سے نازک مرحلہ میں بھی صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ باہر کی دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی شدید مخالفت ہوتی تھی، لیکن گھر کے اندر حضرت خدیجہؓ آپؐ کی دل جوئی اور تسکین کا سامان فراہم

کرتی تھیں اور ہر طرح آپؐ کی ہمت افزائی فرماتی تھیں۔ تاریخ میں حضرت خدیجہؓ کا نام رسول اللہ ﷺ کی بہترین رفیقِ حیات اور راہِ حق کے بہترین معاون کی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا ہے۔ ہمارے قدیم اور مشہور مورخ ابن اسحٰق کہتے ہیں:

اٰمنت به خديجة بنت خويلد و صدقت بما جاءه من الله و وازرته على امره و كانت اول من اٰمن بالله و برسوله و صدق بما جاء منه فخفف الله بذالک عن نبيه ﷺ لا يسمع شيئا مما يكرهه من رد عليه و تكذيب له فيحزنه ذلک الا فرج الله عنه بها اذا رجع اليها تثبته و تخفف عليه و تصدقه و تهون عليه امر الناس رحمها الله

(سیرۃ ابن ہشام: ۱/۲۵۹)

حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپؐ پر ایمان لائیں، اللہ کی طرف سے جو دین آپؐ لائے اس کی تصدیق کی، آپؐ کی تبلیغی جدوجہد میں آپؐ کی معاونت فرمائی۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی تعلیمات کو ماننے والوں میں پہلی شخصیت ان ہی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے نبیؐ کا بوجھ ہلکا کیا۔ رسول اللہ ﷺ، اپنی تردید یا تکذیب یا کوئی بھی تکلیف دہ بات سنتے تو جس وقت آپؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اسے دور فرماتا۔ وہ آپؐ کو ثابت قدم رکھتیں، آپؐ کا غم ہلکا کرتیں، آپ کی باتوں کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے رویے کی تحقیر اور مذمت فرماتیں۔ رحمہا اللہ

دینی امور میں میاں بیوی کا تعاون مطلوب ہے

اسلام کے نزدیک میاں بیوی کو دین کے معاملے میں ایک دوسرے کا معاون اور مددگار ہونا چاہیے۔ یہ تعاون کتنا پسندیدہ اور کس قدر مطلوب ہے اس کا اندازہ ذیل کی حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رحم الله رجلا قام من اليل فصلى و ايقظ امرأته فان ابت نضح فى وجهها الماء رحم الله امرأة قامت من اليل فصلت و ايقظت زوجها فان ابى نضحت فى وجهه الماء.

اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو رات کو اٹھے اور نما زپڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے۔ اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ اللہ کی رحمت ہو اس عورت پر بھی جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے۔ اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑک دے۔

(ابوداؤد، ابواب قیام الیل، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا ايقظ الرجل اهله من اليل فصليا او صلى ركعتين جميعا كتب فى الذاكرين والذاكرات

جب آدمی اپنی بیوی کو رات میں جگائے اور دونوں (الگ الگ) یا مل کر ایک ساتھ دو رکعت (بھی) نماز پڑھ لیں تو ان کا نام اللہ کو یاد کرنے والوں اور یاد کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ابواب قیام الیل، ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ)

ان حدیثوں میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ شوہر، بیوی کو اور بیوی شوہر کو نماز کی طرف توجہ دلائے، پیار اور محبت سے شب بیداری کے لیے آمادہ کرے اور کوشش کرے کہ اس کا رفیقِ حیات بھی اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوجائے تاکہ جس سعادت سے وہ بہرہ مند ہو رہا ہے اس کا زندگی بھر کا ساتھی اس سے محروم نہ رہے۔ نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ دین میں کسی بھی عمل کو اس سے زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان نماز کے سلسلے میں تعاون ہونے لگے تو توقع یہی ہے کہ دین کے ہر معاملے میں وہ ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔

نیک خاوند سے تعاون کی شکلیں

شوہر اگر دین دار ہے، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق پہچانتا ہے، اپنی حد تک دعوت وتبلیغ اور خلقِ خدا کی اصلاح میں سرگرم ہے تو عورت کا فرض ہے کہ ان تمام کاموں میں اس کی مدد کرے، اس کے لیے ہر ممکنہ سہولت فراہم کرے، امورِ خیر میں کبھی اس سے غفلت اور کوتاہی ہو تو نرمی اور محبت سے اسے توجہ دلائے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے جدوجہد کرنے اور اس کی خاطر وقت، آسائش و راحت اور روپے پیسے صرف کرنے کو اپنے لیے بھی اور شوہر کے لیے بھی بہت بڑی سعادت سمجھے، اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرے۔ کسی نیک انسان کے لیے اس طرح کی بیوی دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دنیا کی وہ بہترین دولت کیا ہے جسے انسان اپنے پاس رکھے۔ آپ نے فرمایا:

افضله لسان ذاكر و قلب شاكر و زوجة مومنة تعينه علىٰ ايمانه

سب سے بہتر دولت ہے اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، اس کا شکر کرنے والا دل اور ایسی صاحب ایمان بیوی جو ایمان کے راستے میں اس کی مدد کرے۔

(ترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ التوبہ)

بیوی کے تعاون سے ہمت افزائی ہوتی ہے

بیوی کے تعاون سے آدمی کی ہمت بڑھتی ہے اور وہ قوت و توانائی محسوس کرتا ہے، جس کام میں بیوی ساتھ دے آدمی اسے خوش دلی کے ساتھ انجام دیتا ہے اور اس راہ کی مشکلات کو بھی آسانی سے برداشت کر جاتا ہے۔ بیوی کی زبان سے تائید کا ایک کلمہ دوسروں کی ہزار تعریف و توصیف سے بہتر ہوتا ہے۔ اگر بیوی

صدق دل سے یہ کہہ دے کہ آپ اپنے نصب العین کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے، اسے جاری رکھیے، میں آپ کے ساتھ ہوں تو آدمی باہر کی مخالفتوں کے باوجود اسے جاری رکھ سکتا ہے۔ ورنہ ہمت ٹوٹنے لگتی ہے۔ بیوی کا تعاون ہو تو وہ لوگ بھی دین پر عمل کرنے لگتے ہیں، جن کا دینی احساس کچھ زیادہ قوی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بیوی دینی فکر کی حامل نہ ہو، مادی ذہن و مزاج رکھتی ہو اور آخرت کو بھول کر دنیا دارانہ زندگی پر اصرار کرنے لگے تو بہت سے نیک اور صالح انسان بھی دین سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور انہیں بہت سے وہ کام کرنے پڑتے ہیں، جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناروا اور سخت ناپسندیدہ ہیں۔

آدمی حق پر ثابت قدم رہ سکتا ہے

دین کے معاملے میں آدمی سے جو استقامت مطلوب ہے اس کے لیے بھی بیوی کے تعاون کی بڑی اہمیت ہے۔ صحابۂ کرام نے دین کی راہ میں جس بے نظیر استقامت کا ثبوت دیا، اس کے پیچھے ان کی نیک اور خدا ترس بیویوں کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے نازک سے نازک حالات میں بھی اپنے شوہروں کا ساتھ نہ چھوڑا اور انہوں نے جو بھی قدم اٹھایا اس کی انہوں نے تائید اور حمایت کی۔ تنگی ترشی، مخالفت اور کش مکش، ہجرت اور جہاد، ہر مرحلہ میں صحابۂ کرامؓ کو ان کی بیویوں کا تعاون حاصل رہا۔ ایسی کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ صحابۂ کرامؓ کے لیے ان کی بیویاں کبھی زنجیر پا بن گئی ہوں اور ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالی ہوں۔

نیک شوہر سے عدمِ تعاون ناپسندیدہ ہے

بیوی کے تعاون کے بہت سے فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ شریعت کے نزدیک یہ تعاون جتنا مطلوب و محمود ہے، اسی قدر یہ

بات سخت ناپسندیدہ اور قابل مذمت ہے کہ کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے عدم تعاون کا رویہ اختیار کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی متقی اور خدا ترس انسان کو اس کی بیوی پریشان کرتی ہے تو جنت میں اسے جو حور ملنے والی ہے وہ کہتی ہے:

لاَ تؤذیه قاتلک اللّٰه فانما هو عندکِ دخیل یوشک ان یفارق الینا. (ترمذی، ابن ماجہ)

تیرا برا ہو۔ اسے تکلیف نہ دے۔ وہ تو تیرے پاس اجنبی ہے۔ بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔

برے خاوند کی اصلاح

ایک مسلمان عورت کے لیے اس وقت مسائل پیدا ہوتے ہیں، جب کہ شوہر کو دین سے دل چسپی نہ ہو، وہ تو دین کو مقدم رکھے اور شوہر اسے اہمیت نہ دے، وہ دین پر چلنا چاہے اور شوہر اس کی مخالفت کرے، وہ اپنے گھر اور ماحول کو اسلامی بنانے کی کوشش کرے اور شوہر اس کی راہ میں مزاحم ہو۔ جو خواتین اس صورتِ حال سے دو چار ہوں، ان کو بڑے ہی صبر و ضبط اور حکمت و دانائی کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

اصلاح کی تدابیر

اس طرح کی خواتین کو چند باتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے:

۱- جہاں تک ہو سکے وہ اللہ اور رسولؐ کے احکام پر خود عمل کریں۔ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، تلاوت، ذکر اور دوسری عبادات کا اہتمام کریں۔ لباس، وضع قطع، معاشرت اور آپس کے تعلقات میں اسلامی حدود کی پابند رہیں اور اخلاق و سیرت کا بہتر نمونہ پیش کریں۔ یہ خاموش تبلیغ ہوگی۔ اگر شوہر میں دینی حِس زندہ ہو تو وہ اس سے متاثر ضرور ہوگا اور اس پر ضرور غور کرے گا۔

۲- اللہ تعالیٰ نے شوہر کے بڑے حقوق بتائے ہیں۔ ان حقوق کے ادا کرنے میں اپنی حد تک کوتاہی نہ کریں۔ معروف میں اس کی اطاعت کو ضروری سمجھیں، لیکن اگر وہ کسی معصیت کا حکم دے تو معذوری ظاہر کردیں اور نرمی سے سمجھا دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرسکتی۔ اس سے وقتی طور پر شوہر کی خفگی بھی مول لینی پڑے تو اسے برداشت کریں، اس سے دین کی اہمیت واضح ہوگی۔ شوہر کے ساتھ محبت، ہمدردی اور غم خواری کا رویہ رکھیں، اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں، اس کے مال و متاع کی اپنے مال و متاع کی طرح حفاظت کریں اور کسی بھی ایسے اقدام سے حتیٰ الوسع احتراز کریں، جس سے تعلقات خراب ہوسکتے ہوں۔ شرافت و اخلاق سے بڑا ہتھیار آج تک انسان نے دریافت نہیں کیا ہے۔ اس سے بڑے سے بڑے مخالف کا دل جیتا جاسکتا ہے، اس لیے آپ کا اعلیٰ اخلاقی رویہ شوہر کے اندر تبدیلی لاسکتا ہے۔

۳- شوہر کے مرتبہ و مقام کی پوری رعایت کرتے ہوئے دل سوزی اور غم خواری کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن مستقل وعظ و نصیحت سے احتراز کریں۔ جب آمادگی محسوس ہو تو کوئی آیت یا حدیث یا سلف کا کوئی واقعہ سنا دیں۔ یا موثر انداز میں دین کا کوئی پہلو واضح کردیں، اسی طرح کبھی مناسبِ ذوق کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار مطالعہ کے لیے دے دیں یا پڑھ کر سنا دیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ذہن کو موڑنے کی کوشش کریں۔ جلد بازی بے سود ہے۔

۴- اس سلسلہ میں بحث و تکرار، اعتراض و تنقید اور طنز و تعریض کسی طرح مفید نہیں ہے۔ تندی اور تیزی، غصہ اور خفگی کا اظہار بھی نقصان دہ ہے۔ اس

سے مرد کے اندر ضد اور نفرت پیدا ہوسکتی ہے اور وہ اسلام سے زیادہ دور ہوسکتا ہے۔ چھوٹوں کی تنقید برداشت کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ دینی جذبہ بہت زیادہ قوی ہو، جہاں یہ جذبہ نہ ہو وہاں تنقید سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔

۵- آدمی جس ماحول میں اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا اس کے بنانے اور بگاڑنے میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ اگر شوہر دین و اخلاق کو خراب کرنے والے کسی ماحول میں گھر گیا ہے تو اس ماحول سے نکالنے کی پوری کوشش ہونی چاہیے۔ اس سے نکلے بغیر اصلاح آسان نہیں ہے۔ عورت اس معاملہ میں بہت معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر وہ صبر وسکون سے کام لے اور گھر کے اندر کشش اور جاذبیت پیدا کرلے تو شوہر کو اس ماحول سے نکال سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عام طور پر میاں بیوی کی علیحدگی کے بارے میں سوچا جاتا ہے، لیکن یہ آخری علاج ہے۔ اس سے پہلے ایک دین دار عورت کو شوہر کی اصلاح کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

بچوں کی اصلاح

جہاں تک بچوں کا تعلق ہے، ماں ان کی نگراں اور سرپرست ہے۔ وہ معروف میں اس کی اطاعت کے پابند ہیں۔ اسے ان کی اصلاح وتربیت کا اخلاقی اور قانونی حق حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک مشہور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَ وَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ (بخاری ومسلم)	عورت نگراں ہے اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی اور ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

ماں کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اسلام کی تعلیم دے، ان کو اسلام اور غیر اسلام کا فرق سمجھائے اور دین کا صحیح اور جامع تصور ان کے ذہنوں میں بٹھائے، ان کی سیرت و کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے، کفر و شرک اور بدعت سے اجتناب کی تعلیم دے، نماز روزہ اور دیگر احکامِ شرع کا پابند بنائے، ان کے اندر دنیا کی جگہ دین کی محبت پیدا کرے اور دین کی خدمت اور اسے سربلند کرنے کا جذبہ ابھارے۔ یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے اس میں بڑا دخل ہماری ان ماؤں کا ہے جنھوں نے اسے ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچانے کی کوشش کی۔

آج ہمارے چاروں طرف غیر اسلامی فضا چھائی ہوئی ہے۔ انسان اسلام سے تو واقف نہیں ہوتا البتہ غیر اسلامی افکار کا اُسے شب و روز درس ملتا رہتا ہے۔ دین کی تعلیم اگر کہیں ملتی بھی ہے تو بہت ناقص اور ادھوری۔ اگر ہماری مائیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں تو ہمارے گھر دینی تعلیم کے بہترین مرکز بن جائیں۔ اس سے ایک طرف تو امت کو خدا ترس افراد، دین کے سچے خادم اور جاں نثار سپاہی ملتے رہیں گے اور دوسری طرف باہر کی دنیا میں مرد زیادہ بہتر طریقے سے دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دے سکیں گے۔

خاندان کی اصلاح

شوہر اور بچوں کے علاوہ بھائی بہن اور خاندان کے دوسرے قریبی رشتے داروں کے درمیان بھی ایک مسلمان عورت کو دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کا فرض انجام دینا چاہیے۔ اپنے بڑوں میں دین سے غفلت اور کوتاہی پائی جاتی ہے یا انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو ادب و احترام کے ساتھ انہیں اس کی طرف توجہ دلانی چاہیے۔ بڑوں کی غلطیوں پر نہ ٹوکنا یا سکوت اختیار کرلینا خیر خواہی نہیں ہے۔ جو چھوٹے ہیں ان کو دین کی اہمیت سمجھانی چاہیے۔ اگر وہ

اسلام سے ناواقف ہیں تو اس کے مطالعہ کی ترغیب دینی چاہیے۔ اسلام کے بارے میں ان کی معلومات ناقص اور ادھوری ہوں تو ان کو صحیح اور مکمل معلومات فراہم کرنی چاہیے۔ وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہوں تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اگر ان میں کوئی دینی اور اخلاقی کم زوری ہو تو اسے پیار اور محبت سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ غرض یہ کہ اس معاملہ میں ان کی جو بھی مدد کی جاسکتی ہو کی جانی چاہیے۔

ماحول کی اصلاح

خاندان سے باہر بھی شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے مسلمان خواتین کو دعوت و اصلاح کا فرض انجام دینا چاہیے۔ برائیاں ہمارے گھروں ہی میں نہیں پورے ماحول میں پھیل چکی ہیں۔ خدا بے زاری، عبادات سے غفلت، اخلاق میں گراوٹ، معاملات میں بگاڑ، ظلم و زیادتی، اونچ نیچ اور غلط رسم و رواج نے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کی اصلاح میں عورتوں کو بھی اپنا حصہ ادا کرنا چاہیے۔ وہ تقریروں کے ذریعے اور مقالے اور مضامین لکھ کر ان برائیوں کے خلاف فضا بھی بنا سکتی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے روشناس بھی کرا سکتی ہیں۔

داعیانِ دین کی رشتہ دار خواتین کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے

بہت سی خواتین وہ بھی ہیں جن کے شوہر، باپ اور بھائی وغیرہ دین کے پوری طرح پابند ہیں اور اس کی خدمت اور دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسی خواتین کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ کسی نیک، خدا ترس اور دین کے داعی سے رشتہ اور تعلق کا ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ اس سے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل میں آسانی ہوتی ہے، اس لیے اس طرح کی خواتین کو دین کا بہترین نمونہ ہونا چاہیے۔ اپنے بڑوں کو دین پر عمل کرتے ہوئے، وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ میں وقت لگاتے ہوئے، اس کے لیے محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے اور جان و

مال اور آسائش و راحت کی قربانی دیتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود دین کی طرف نہ لوٹنا اور اس سے دور رہنا بڑی ہی بدنصیبی ہے۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اس سے بڑا بے بہرہ اور کون ہوگا، جو اپنے گھر ہی کی دولت سے محروم ہوجائے۔ اس سے اس دعوت کو بھی نقصان پہنچتا ہے جسے مرد باہر کی دنیا میں انجام دے رہے ہیں۔ جب کسی داعی دین کے بیوی بچے ہی دین سے دور ہوں تو دوسروں کے لیے اس میں کیا کشش ہوسکتی ہے؟ کہنے والے کہیں گے کہ جس دین کو آپ پوری دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، پہلے اسے اپنے بیوی بچوں پر نافذ کر کے دکھایئے۔ اس سلسلہ میں ہمیں ان ہدایات سے راہ نمائی ملتی ہے جو ازواجِ مطہرات کو دی گئیں۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیا کا سامان (اپنی استطاعت کی حد تک) دے دوں اور اچھی طرح رخصت کردوں۔ لیکن اگر تم اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو یقین جانو کہ تم میں جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی، اسے دوگونہ عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ (اسی طرح) تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو

وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

(الاحزاب:۲۸-۳۴)

ہم اسے اجر (بھی) دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے پاکیزہ رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو۔ لہٰذا بولنے میں لچک نہ پیدا کرو تاکہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمعِ خام میں مبتلا نہ ہو اور بھلی بات کہو۔ اپنے گھروں میں سکون اور قرار سے رہو۔ سابقہ دورِ جاہلیت کی زیب و زینت نہ اختیار کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے نبی کی گھر والیو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اور تمہیں اچھی طرح پاک کرے۔ تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی باریک بیں اور خبر رکھنے والا ہے۔

ان آیات کا ایک پس منظر ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب اپنے ماحول میں اللہ کے دین کی تعلیم دے رہے تھے، ان کے عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کی اصلاح فرما رہے تھے۔ اس طرح ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر میں مصروف تھے، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن تھے، وہ چاہتے تھے کہ یہ کوشش کام یاب نہ ہو اور معاشرہ بے دینی اور بداخلاقی کی دلدل میں پھنستا چلا جائے۔ ان کی یہ جدوجہد جہاں مردوں کے درمیان ہو رہی تھی، عورتوں کے اندر بھی ہو رہی تھی۔ اس سلسلہ میں

ان کا بڑا ہدف ازواجِ مطہرات تھیں۔ ازواجِ مطہرات کی نیکی اور تقویٰ اور اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو جو سکون حاصل تھا اور ان کی زندگیاں جس طرح دوسری خواتین کو متاثر کر رہی تھیں یہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ اور دنیاداری کی تبلیغ سے ازواجِ مطہرات پر اثر انداز ہوں۔ اس لیے کہ اس کے بعد دوسری خواتین کو آسانی سے متاثر کیا جاسکتا تھا۔ یہ صورتِ حال تھی جس میں ازواجِ مطہرات کو ان کا مرتبہ و مقام بتایا گیا اور ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا تاکہ وہ دین پر استقامت کا اور زیادہ ثبوت دیں۔

ان آیات میں حسب ذیل باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک یہ کہ دنیا کی طلب اور تمنا چھوڑ دیں، اللہ اس کے رسولؐ اور آخرت کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہونے کی وجہ سے ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے نمونہ ہیں۔ ان کی نیکیوں کا ثواب بھی زیادہ ہے اور اگر ان سے کوئی جرم سرزد ہو تو اس کی پکڑ بھی سخت ہوگی۔ لہٰذا ان کے سیرت و کردار اور اخلاق کو بہت بلند ہونا چاہیے۔ نماز اور زکوٰۃ کا انہیں اہتمام کرنا چاہیے۔ اس طرح ان کا تزکیہ اور تطہیر ہوگی اور وہ کندن بن جائیں گی۔

ایک خاص سیاق میں ازواجِ مطہرات کو جو ہدایات دی گئی ہیں، ان میں ان سب خواتین کے لیے درسِ عبرت ہے، جن کے اکابر اور ذمہ دار تقویٰ اور خداترسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس آئینہ میں انہیں اپنے سیرت و کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

☆☆☆

داعی خواتین کے لیے ضروری صفات

جو خواتین دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کی خدمت انجام دے رہی ہیں یا انجام دینا چاہتی ہیں ان کے اندر حسب ذیل صفات کا پایا جانا مطلوب اور پسندیدہ ہی نہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں کے لیے ان صفات کی اہمیت نہیں ہے یا کچھ کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کارِ دعوت ہر فرد سے ان صفات کا تقاضا کرتا ہے۔ جب تک وہ ان صفات سے آراستہ نہ ہو اس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اس پہلو سے یہ ہر داعیِ دین کی ضروری صفات ہیں۔ البتہ یہاں خصوصاً خواتین کے لیے ان کی اہمیت بیان کی جا رہی ہے۔

علمی تیاری

ہماری خواتین میں عام طور پر دین کا علم بہت کم ہے۔ ان کے دین کی ساری بنیاد کچھ رسوم و رواج اور روایات پر قائم ہے۔ وہ دین کی قدر و قیمت سے بڑی حد تک بے خبر ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس کے ذریعہ پوری زندگی کی اصلاح و تعمیر کس طرح ہوتی ہے، اس کے احکام میں کتنی معنویت ہے اور ان کی پابندی ہمارے لیے کیوں ضروری ہے؟ اس وجہ سے وہ دین پر کسی اعتراض کا جواب نہیں دے سکتیں، اس کے کسی حکم کی مخالفت ہو تو دفاع نہیں کرسکتیں اور کسی سوال کا معقول اور اطمینان بخش جواب ان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ انہیں نہ تو اپنے ماحول کی خبر

ہے اور نہ ان نظریات سے واقفیت ہے جو ساری خرابیوں کا سرچشمہ ہیں۔ دین کے بارے میں اتنی ناقص اور محدود معلومات اور حالات سے اس قدر بے خبری کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کارِعظیم انجام نہیں پاسکتا۔ اس کے لیے اپنے ماحول کو سمجھنا ہوگا، وقت کے غالب افکار و نظریات سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی اور اسلام کی روشنی میں ان کا تنقیدی جائزہ لینا ہوگا۔ یہ آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہماری خواتین کم سے کم وہ خواتین جو دعوت و تبلیغ کا فرض اونچے معیار اور اعلیٰ سطح سے انجام دینا چاہتی ہیں، علمی و فکری تیاری کریں، اسلام اور غیر اسلام دونوں کو تفصیل سے سمجھیں، بولنے اور لکھنے کی مشق کریں، اس کے لیے وقت نکالیں اور محنت کریں۔

خواتین کا دعوت و تبلیغ کے لیے تیا رہونا ایک اور پہلو سے بھی ضروری ہے۔ اس وقت خواتین کی اصلاح و تربیت کا کام بھی بالعموم مردوں ہی کو کرنا پڑتا ہے۔ اس میں دشواریاں بھی ہیں اور نزاکتیں بھی۔ اس کا فطری طریقہ یہ ہے کہ مردوں کے درمیان مرد اور عورتوں کے درمیان عورتیں یہ خدمت انجام دیں۔ عورتوں کی نفسیات، مسائل، الجھنوں، خوبیوں اور خامیوں سے مردوں سے زیادہ عورتیں واقف ہوسکتی ہیں اور اسے حل بھی کرسکتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کے درمیان کام کے لیے عورتیں ہی موزوں ہوسکتی ہیں۔ اگر مسلمان خواتین اس محاذ کو سنبھال لیں تو دعوت و تبلیغ کا آدھا مسئلہ حل ہوجائے۔ وہ بڑا مبارک وقت ہوگا جب کہ اس امت کے مرد اور عورت دونوں ہی اللہ کے دین کی خدمت کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ اسی وقت قرآن مجید کا یہ منشا پورا ہوگا کہ ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔

پورے دین پر عمل

جو لوگ دین کا نام لیں ان کو دین پر عامل بھی ہوجانا چاہیے۔ اگر وہ خود

دین پر عمل نہ کریں تو دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی کیا دعوت دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو دین کے سب سے بڑے داعی ہوتے ہیں وہ بار بار اپنے اوّل المسلمین ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس خدا کی بندگی اور عبادت کی ہم دعوت دیتے ہیں سب سے پہلے ہم خود اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ دین کے بارے میں آج بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ کہ وہ Out of Date ہے، ناممکن العمل ہے، ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے وغیرہ۔ آپ کی بے عملی سے ان سب باتوں کی تائید ہوگی۔ کہنے والے کہیں گے کہ اس کے داعی بھی اس پر عمل نہیں کر سکتے۔

دین پر عمل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ دین کے صرف ان احکام پر عمل کریں جو آپ کے لیے آسان ہوں اور جن کے کرنے کے لیے آپ کا جی چاہے، جو احکام زحمت طلب ہوں اور آپ کے مزاج کے مطابق نہ ہوں ان کو چھوڑ بیٹھیں۔ دین پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام احکام پر عمل کیا جائے، جن پر عمل کا، دین آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ بہت سی خواتین نیک اور دین دار ہوتی ہیں، لیکن ان کی نیکی اور دین داری محدود ہوتی ہے۔ وہ نماز پڑھیں گی اور روزے بھی رکھیں گی، لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گی، بلکہ انہیں اس کا خیال بھی نہیں آئے گا، قرآن مجید کی تلاوت کریں گی اور اس میں کوتاہی پر انہیں افسوس بھی ہوگا لیکن اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہوگی کہ خود ان کی اولاد قرآن نہیں پڑھ پا رہی ہے اور وہ اس کی تعلیم کے لیے کوئی وقت نہیں نکال سکیں گی۔ وہ اوراد و وظائف کا تو اہتمام کریں گی لیکن پڑوسیوں کے حتّٰی کہ قریب ترین رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کریں گی، بلاشبہ جن احکام پر وہ عمل کرتی ہیں وہ اہم ہیں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ضرور ملے گا، لیکن اس سے وہ دوسرے احکام ساقط نہیں ہوجاتے

جن کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ کل اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی۔

جن احکام کے سلسلے میں خواتین میں غفلت پائی جاتی ہے ان کے متعلق شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے اندر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ صرف مردوں کے لیے ہیں۔ نماز تو ان پر فرض ہے لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا، چاہے وہ خود ان کے زیور اور مال ہی کی کیوں نہ ہو مرد پر واجب ہے۔ بچوں کو اچھا کھلانا پلانا، صاف ستھرا رکھنا اور ان کی خدمت کرنا تو ان کا کام ہے لیکن ان کو نماز روزہ کی تعلیم دینا اور اچھی تربیت کرنا مرد کے فرائض میں داخل ہے۔ جہاں تک دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ امت کا کام ہے اسے وہ اپنی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتیں۔ حالاں کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس طرح کی کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اس کے نزدیک ان سب احکام کے دونوں ہی مخاطب ہیں۔ اگر مرد ان پر عمل کریں گے تو وہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، اور عورتیں انہیں انجام دیں گی تو وہ اس کے ثواب سے بہرہ یاب ہوں گی۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ (النساء:۳۲)

مردوں کا حصہ وہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کا حصہ وہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کو اس کے عمل کے لحاظ سے جزا یا سزا ملے گی۔ وہ یہاں جو بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا۔ اگر وہ نیک کردار رہے تو اجر وثواب سے نوازا جائے گا اور بدکار ہے تو عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بالکل بے لاگ ہے۔ اس میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر خواتین اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو اپنے سامنے رکھیں تو غفلت کی زندگی ختم ہوسکتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کے صحیح احساس کے ساتھ میدان عمل میں پیش قدمی کرسکتی ہیں۔

راہِ حق میں استقامت

کسی نظریہ کو اختیار کرنا اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا استقامت ہے۔ دنیا میں جہاں اس کی مثالیں ہیں کہ خواتین نے باطل کی راہ میں استقامت دکھائی، حق کے لیے بھی ان کی استقامت کی مثالیں موجود ہیں۔ حق کے لیے استقامت قابل صد ستائش ہے۔ اس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے اور دنیا میں اچھی مثال قائم ہوتی ہے۔ یہی استقامت دنیا اور آخرت کی کام یابی کا ذریعہ ہے۔ اسی سے انسان اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اس کے برخلاف باطل کے لیے استقامت سخت مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ اس راہ میں جو کام یاب نظر آتا ہے وہ بھی ناکام ہے۔ جنھوں نے باطل پر اصرار کیا وہ خود بھی تباہ ہوئے اور دنیا کو بھی تباہ کیا۔

باطل پر اصرار تباہ کن ہے

قرآن مجید نے دو ایسی عورتوں کا ذکر کیا ہے جو دعوت و تبلیغ، وعظ و تذکیر اور اصلاح کی ساری کوششوں کے باوجود اپنی غلط روی پر جمی رہیں اور بالآخر دنیا اور آخرت میں بہت ہی برے انجام سے دو چار ہوئیں۔ فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ (التحریم:۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا مثال دی ہے نوحؑ کی عورت کی اور لوطؑ کی عورت کی۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی (اور ان کا حق نہ پہچانا اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی) تو وہ نیک بندے بھی ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہوجاؤ۔

بیوی رفیقِ حیات اور ہم سفر ہوتی ہے، جو قربت و رفاقت اسے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں بھی رات دن ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ ان کی پاکیزہ سیرت اور بے داغ کردار ان کے سامنے تھا۔ ان کے پیغام سے وہ اچھی طرح واقف تھیں، ان کی دعوت و تبلیغ اور اس کے لیے ان کی جدوجہد کو وہ دیکھ رہی تھیں۔ انسانوں کے ساتھ ان کے خلوص، ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی وہ آگاہ تھیں، لیکن اس کے باوجود ان دونوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان کے خلاف سازشیں کرتی رہیں، ان کے اور ان کے ساتھیوں کے درپے آزار رہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے منکروں اور باغیوں کا آخر وقت تک ساتھ دیا اور ان ہی کی صف میں شامل رہیں۔ جب اللہ کا قانون حرکت میں آیا تو ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان کی قوموں کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں سے تعلق بھی ان کے کچھ کام نہ آیا۔

اس میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور باطل سے چمٹے ہوئے ہیں۔ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تازیانہ برسے گا تو کوئی انہیں بچا نہ سکے گا، بلکہ کوئی پوچھنے والا تک نہ ہوگا۔

حق پر استقامت کا انجام بہتر ہوتا ہے

ان دو عبرت انگیز مثالوں کے بعد قرآن مجید نے دو صالح عورتوں کو بھی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان میں سے ایک استقامت کا پہاڑ تھیں اور دوسری وہ جن کے تقویٰ و طہارت پر چاند تارے رشک کرتے تھے۔ فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے مثال
امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ	بیان کی ہے فرعون کی بیوی کی۔ جب اس
لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ	نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لیے

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴿۱۲﴾ (التحریم:۱۱-۱۲)

اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے اور (مثال بیان کی ہے) عمران کی بیٹی مریمؑ کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔

فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دعویِ خدائی کو چیلنج کیا اور اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی تو آسیہ بنت مزاحم نے اسے حق سمجھا اور ایمان لے آئیں۔ فرعون حضرت موسیٰؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اتنا بڑا دشمن کہ اس کی دشمنی ضرب المثل ہے۔ اس دشمنِ حق کے گھر میں بیٹھ کر اتنا بڑا اقدام کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چناں چہ نہ صرف یہ کہ ایک ملکہ کی حیثیت سے ان کی ساری آسائش و راحت چھن گئی، بلکہ ان کو اتنی سخت سزائیں دی گئیں کہ ان کے تصوّر ہی سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ہمارے مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے انہیں زمین پر لٹا کر ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھکوا دیں اور سینہ پر پتھر رکھ دیا۔ اسی حال میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ اس طرح آسیہ بنت مزاحم نے آزمائشوں کے طوفان سے گزر کر یہ ثابت کر دیا کہ حق کے لیے ایک عورت فرعونِ وقت سے بھی ٹکر لے سکتی ہے۔ آسائش و راحت کا ٹھکرا دینا کیا معنی جان کی بازی لگانا بھی اس کے لیے دشوار نہیں ہے۔

دوسری مثال حضرت مریمؑ کی ہے۔ قرآن مجید نے حضرت مریمؑ کے حالات بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کی والدہ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام

جیسے پیغمبر کے ہاتھوں ان کی پرورش ہوئی، وہ نیکی اور تقویٰ کی مثال بن کر ابھریں۔ جوانی کو پہنچیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر نکاح کے ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یہ ایک باکرہ کے لیے بہت بڑا امتحان تھا۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے گہوارے سے ان الزامات کی تردید کی اور اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا زبردست اظہار اور ایک طفل شیر خوار کی زبان سے حضرت مریمؑ کی برأت کا اعلان تھا۔ پانچ سو برس کے بعد قرآن مجید نے بھی ان کی عفت وعصمت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ یہاں ان کی دو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور اس کے دین وشریعت کو دل سے مانتی تھیں اور دوسری یہ کہ وہ اللہ کی اطاعت گزار تھیں۔ یعنی ایمان وعمل دونوں پہلوؤں سے وہ درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مردوں میں تو بہت سے کامل پیدا ہوئے۔ عورتوں میں فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحمؓ، مریم بنت عمرانؓ اور خدیجہ بنت خویلدؓ (ہر پہلو سے) کامل نکلیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے چار عورتیں (اسوہ اور نمونہ کے لیے) کافی ہیں۔ مریم بنت عمرانؓ، خدیجہ بنت خویلدؓ، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحمؓ۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ان چاروں کو جنتی خواتین میں سب سے افضل اور برتر قرار دیا (احمد)۔ یہ ہیں وہ خواتین جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان ہی کا اسوہ ہر مسلمان خاتون کے لیے اسوہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے اسوہ کو نہ تو وہ قبول کرسکتی ہے اور نہ اختیار کرسکتی ہے۔

☆☆☆